کے تقاضوں کو صحت مند اور جائز و حلال ذرائع سے پورا کرنے کی اجازت ہے۔ اس نفس کے جو تقاضے ہیں وہ تمدن کے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے ضروری ہیں۔ لہٰذا اس پر بھی نرمی کرو، لیکن اگر یہ نرمی کہیں حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے گی تو معصیت کی طرف لے جائے گی۔ لہٰذا اس کی باگیں تھام کر اور کھینچ کر رکھو ـــــ اسی طرح کا معاملہ کفار اور منافقین کا ہے۔ ان کے بارے میں کوئی نرمی تمہارے دل میں نہ ہو۔ اہل ایمان کی جو شان قرآن مجید میں ایک سے زائد مقام پر آئی ہے وہ ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی شان ہے۔ یعنی وہ کفار کے حق میں نہایت سخت ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے نہایت رحیم و شفیق ہوتے ہیں۔ کفار کے لئے سختی کی ضرورت اس لئے ہے کہ وہ کہیں مسلمانوں کے جسدِ ملی میں انگلی نہ دھنسا سکیں۔ وہ مسلمانوں کو نرم چارا نہ سمجھ بیٹھیں۔ اس تناظر میں نبی اکرم ﷺ کا معاملہ دیکھئے کہ آپؐ سراپا رحمت و شفقت ہیں۔ آپؐ کی یہ شان خود اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ آپؐ رؤف و رحیم ہیں، آپؐ رَحْمَةٌ لِلْعٰلَمِيْنَ ہیں۔ آپؐ میں نرمی، رقتِ قلب اور خلقِ خدا کے حق میں رأفت و رحمت کا معاملہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا بسا اوقات اس سے کفار و مشرکین اور منافقین ناجائز فائدہ اٹھا جاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ سے فرمایا گیا: ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝﴾

معلوم ہوا کہ اس سورۂ مبارکہ کا جو مرکزی خیال ہے اس کے ساتھ یہ آیت بھی مربوط ہے، اگرچہ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس سورت کے سیاق و سباق سے اس کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝۝

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

کتابتِ مصاحف اور عِلمِ ضبط

علاماتِ ضبط کی ابتداء' ان کے متنوع ارتقاء اور ان کے زمانی اور مکانی ممیّزات کا اجمالی جائزہ

پروفیسر حافظ احمد یارؒ

۱۔ قرآن کریم کی درست قراءت کے لئے اس کی درست کتابت ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی بناء پر اور صحت قراءت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے 'کتابت مصاحف میں چند ایک امور کا التزام کیا جاتا ہے۔ مثلاً قواعد رسم وضبط کی پابندی' علامات وقف و وصل کی درجہ بندی کی توضیح' آیات و فواصل (شمار آیات) کی تعیین اور سجدات تلاوت کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ مزید برآں قاری کی سہولت کے لئے سورتوں کے نام اور ہر سورت کے نام کے ساتھ کچھ تعارفی معلومات (مثلاً مکی و مدنی کا بیان)' مختلف تقسیمات (مثلاً اجزاء' احزاب اور رکوعات) کی تصریحات اور ہر صفحے پر حوالہ کی آسانی کے لئے بعض علامتی اشارات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

۲۔ تاہم مذکورہ بالا امور میں سے بیشتر کی حیثیت محض اضافی معلومات کی ہے۔ دراصل صحت کتابت کا معیار اور اس کی بنیاد تو علم الرسم ہے اور صحت قراءت کا دارو مدار بڑی حد تک علم الضبط پر ہے۔ علم الرسم' جسے مرسوم المصاحف' مرسوم الخط' ھجاء المصاحف' الرسم العثمانی' رسم المصحف' الرسم المصحفی' رسم قرآنی' قرآنی رسم الخط اور بعض دفعہ اختصاراً صرف رسم الخط بھی کہتے ہیں[1] اس سے مراد کلمات قرآن کا وہ نظام املاء اور طریق ھجاء ہے جو مصاحف عثمانی میں اختیار کیا گیا تھا (یعنی الخط المرسوم فی المصاحف العثمانیۃ[2])۔ یہ مخصوص رسم الخط کتابت قرآن میں اصل جوہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآنی علوم میں اسے ایک نہایت اہم بلکہ بنیادی علم کا درجہ حاصل ہے۔ خود اسی علم کے

قواعد اور اصول کے استنباط' اس کی تاریخ اور اس کے مصادر و مراجع اور اس کے التزام یا عدم التزام سے پیدا ہونے والے مسائل وغیرہ کے بارے میں مستقل تالیفات اور متعدد علمی و تحقیقی مقالات موجود ہیں۔ اتفاق سے بعض عوامل اور اسباب کی بنا پر یہ (رسم عثمانی) طباعت قرآن کے ضمن میں اس وقت بہت سے اسلامی ممالک کا ایک زندہ اور توجہ طلب مسئلہ بھی بن گیا ہے۔ اور بعض ناقص معلومات اور غلط تعصبات اس مسئلے کو الجھانے کا باعث بن رہے ہیں۔ تاہم اس وقت ہمارا موضوع بحث یہ (علم الرسم) نہیں بلکہ علم الضبط ہے جو علم الرسم کا ہی ایک تتمہ اور تکملہ ہے۔ یہاں ابتداء میں علم الرسم کے بارے میں یہ چند تمہیدی کلمات بھی اس لئے لکھے گئے ہیں کہ آگے چل کر اسی مقالہ میں بعض مقامات پر ہمیں حوالے کے طور پر اس کا ذکر کرنا پڑے گا۔

۳۔ اگر علم الرسم کا موضوع قرآن کا ہجاء اور املاء ہے تو علم الضبط کا موضوع وہ علامات و نشانات (مثل حرکات' سکون' مد و شد وغیرہ) ہیں [۳] جو کلمات قرآن کے درست تلفظ اور ان کی نطقی کیفیات کے تحفظ میں مدد دیتے ہیں۔ یہ "مدد" والی بات ہم نے اس لئے کی ہے کہ قرآن کریم کی صحیح قراءت اور اس کے کلمات و اصوات کے درست تلفظ کی تعلیم کا اصل طریقہ تو تلقی اور سماع کا ہے جو آنحضرت ﷺ سے آج تک معمول بہ چلا آتا ہے۔ تنہا علامات ضبط یعنی علم الضبط استاد یا "شیخ" کا بدل کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ضبط کی بعض خاص صورتوں میں علامات کی وضاحت کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ صحیح تلفظ استاذ (شیخ) سے شفوی طور پر سیکھا جائے [۴] تاہم قراءت قرآن کی تعلیم کے دوران اور تعلیم کے بعد روزانہ تلاوت قرآن کے لئے کسی صحیح کتابت والے مصحف (نسخۂ قرآن) کی ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے اور اس مقصد کے لئے کتابت کی صحت' علم الضبط کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۴۔ علم الضبط کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کی بات کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تین اصطلاحات کی وضاحت کرلی جائے جو کتابت مصاحف کے ضمن میں اکثر استعمال ہوتی ہیں۔ اور جو عموماً "ضبط" کے ہم معنی یا "ہم مقصد" ہیں اور وہ یہ ہیں : (۱) نَقْط (۲) شَکْل اور (۳) اِعجام۔

☆ "**نَقْط**" کے لغوی معنی تو کسی حرف پر نقطہ لگانا ہے۔ لیکن اصطلاحاً اس سے مراد وہ "نظامِ نقاط" ہے جو ہمارے موجودہ نظام حرکات کا پیشرو تھا اور جسے مشہور تابعی ابو الاسود الدؤلی [۵] نے کلمات قرآن کے جزوی ضبط کے طور پر ایجاد کیا تھا اور جس میں حرکات اور دیگر علامات ضبط کا کام نقطوں سے لیا جاتا تھا (جس کا قصہ ابھی آگے بیان ہو گا)۔

☆ "**شَکْل**" کے لفظی معنی جانور کے پاؤں میں زنجیر ڈالنے کے ہیں۔ مگر اصطلاحاً کلمات کو علامات اور حرکات سے مقید کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور اگرچہ "شکل" کا لفظ "ضبط" کی کسی بھی صورت کے لئے استعمال ہوتا ہے تاہم زیادہ تر شکل سے مراد ضبط کلمات کا وہ طریقہ لیا جاتا ہے جو الخلیل بن احمد الفراہیدی نے ایجاد کیا تھا (اس کا بیان بھی آگے آرہا ہے)۔ جس عبارت کے ہر ہر حرف پر حرکات اور علاماتِ ضبط ڈالی گئی ہوں اسے "مشکول عبارت" کہتے ہیں۔

☆ "**اِعجام**" کا اصل مطلب بھی کسی حرف پر نقطہ یا نقطے ڈال کر اسے دوسرے مشابہ حرف سے متمیز کرنا ہے۔ مثلاً د/ذ یا ت/ث وغیرہ۔ چونکہ یہ بھی "نقط" ہی کی ایک صورت بنتی ہے لہٰذا دونوں میں فرق کرنے کے لئے ابو الاسود والے طریق نقط کو "نقط الشکل" یا "نقط الاعراب" کہتے ہیں اور دوسرے کو "نقط الاعجام" کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض قدیم مولفین نے اعجام کے لئے مطلقاً نقط کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے [۶]

☆ ضبط کی اصطلاح ان تینوں اصطلاحات کے بعد وجود میں آئی۔ علم الضبط میں عموماً نقط اور شکل کے قواعد سے بحث کی جاتی ہے اور اعجام کا ذکر اس میں کم ہی کیا جاتا ہے۔ تاہم تاریخی عمل کے لحاظ سے اعجام بھی "تحریک ضبط قرآن" کا ہی ایک حصہ تھا اور اس کا ذکر اسی مناسبت سے اس مقالہ میں اپنی جگہ پر آئے گا [۷] اور اسی تحریک کے اسباب و دواعی یعنی علم الضبط کی ضرورت اور اسکے ارتقاء کا جائزہ ہی اس وقت ہمارا موضوع بحث ہے۔

۵۔ اس بات کو حوالوں سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور ابتداء ہی سے عربی میں ہی لکھا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں ہی صحابہؓ کی بڑی تعداد نے آنحضور ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب اور طریق تلاوت کے

مطابق پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔ قرآن کریم کا ہر ہر لفظ نزول وحی کے جلد ہی بعد لکھ بھی لیا جاتا تھا۔ قرآن کریم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو رسول کریمؐ کی زندگی میں حفظ نہ کرلیا گیا ہو اور لکھ نہ لیا گیا ہو۔

۶۔ قرآن کریم کی یہ (عہد نبوی میں) کتابت عربی خط میں تھی۔ اس وقت تک عربی زبان کی ابجد بنیادی طور پر اور تعلیم کتابت کی حد تک' صرف اٹھارہ حروف پر مشتمل تھی۔ بلکہ متصل لکھنے کی صورت میں حروف کی یہ بنیادی شکلیں صرف پندرہ ہی رہ جاتی تھیں۔ حروف کی یہ اٹھارہ یا پندرہ صورتیں اٹھائیس آوازوں کے لئے استعمال ہوتی تھیں (۸) کیونکہ ان حرفوں میں سے اکثر کی ایک سے زائد آوازیں تھیں۔ (انگریزی .H.G.C یا S کی طرح) مثلاً "ٮ" "ب ت اور ث کے لئے اور "ح" ج ح اور خ کے لئے۔ بلکہ بعض حرفی رموز پانچ آوازوں تک کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً ایک نبرہ (دندانہ) "ـــ" ی ب ت ث ن اور ی کے لئے استعمال ہوتا تھا صرف چھ حروف "ا ک ل م و اور ہ" ایسے تھے جو اپنی صرف ایک ایک آواز رکھتے تھے۔ عرب کے لکھے پڑھے لوگ اپنے علم زبان کی بناء پر مختلف حروف کی مطلوبہ آواز پہچان کر پڑھ سکتے تھے مثلاً لفظ "حرب" کو حسب موقع حرب (جنگ)' حرث (کھیتی)' جرب (خارش)' حزب (گروہ) یا خرب (ویرانہ) اسی طرح بآسانی پڑھ لیتے تھے جیسے ایک انگریزی دان حسب موقع G یا S یا H کی درست آواز جان لیتا ہے یا عبارت میں Lead اور Read کی قسم کے الفاظ کا مطلوبہ درست تلفظ سمجھ جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے ہاں پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد تک بھی محکمہ مال کے ریکارڈ میں بے نقط کلمات اور وہ بھی بخط شکستہ (جس سے واقف ہونا انگریز آئی سی ایس کے لئے بھی ضروری ہوتا تھا) لکھنے اور پڑھنے کا رواج عام تھا۔ مگر پاکستانی شہزادے اس روایت کو برقرار نہ رکھ سکے۔

۷۔ عہد نبویؐ کے بعد عہد صدیقیؓ میں سرکاری اہتمام سے "اُمّ" یا ماسٹر کاپی کے طور پر قرآن کریم کا ایک نسخہ تیار کیا گیا جسے "مصحف" کا نام دیا گیا اور اس کے بعد سے لفظ مصحف بمعنی نسخۂ قرآن استعمال ہونے لگا۔ (۹) عہدِ عثمانی میں اسی ماسٹر کاپی (مصحفِ صدیقی) سے صحابہؓ کے ایک بورڈ کی زیر نگرانی (کم از کم) چھ مصاحف پر مشتمل ایک نیا قرآنی

ایڈیشن تیار کیا گیا۔ ان میں سے ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنی ذاتی نگرانی میں رکھا اور ایک ایک مصحف مکہ' مدینہ' کوفہ' بصرہ اور دمشق کی مرکزی مساجد میں پبلک کے استفادہ کے لئے رکھا گیا تاکہ لوگ ان نسخوں سے اپنے لئے ذاتی مصاحف تیار کرا سکیں' کیونکہ اب یہی مصاحف باجماع صحابہؓ امت کے لئے صحت کتابت کا معیار قرار دیئے گئے تھے۔ ان مصاحف کی تیاری ایک معروف واقعہ ہے اور اس کی تفصیلات اس وقت موضوع بحث بھی نہیں۔ البتہ ہمارے موضوع کی مناسبت سے ان مصاحف کے ضمن میں دو باتیں قابل ذکر ہیں :

☆ اولاً : یہ کہ ان مصاحف کی کتابت بھی عربی حروف کی ان اٹھارہ صورتوں کے ساتھ ہوئی تھی یعنی ان میں حرکات تو درکنار' مشابہ حروف کو تمیز کرنے کے لئے نقطے بھی نہیں لگائے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد رسالت میں بلکہ قبل از ظہور اسلام بھی بعض حروف پر کبھی کبھار نقطے استعمال کر لئے جاتے تھے۔ (۱۰) تاہم کاتبین مصاحف عثمانی نے ان نسخوں (مصاحف) میں حرفوں کو نقطوں سے بھی مطلقاً عاری رکھا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ تجرید اور تعریہ عمداً اور دانستہ تھا اور اس سے کوئی حکمت اور مصلحت (مثلاً احتمال القراء تین) وابستہ تھی۔ جب کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ اس زمانے میں شائع عام طریق کتابت کا ایک مظہر تھا (۱۱)۔ بہرحال وجہ جو بھی تھی یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ مصاحف نقط اور اعجام سے معریٰ تھے اور اسی لئے ہر ایک نسخہ کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری معلم بھی بھیجا گیا تھا (۱۲)۔

☆ ثانیاً : یہ کہ یہی مصاحف عثمانی اس وقت سے لے کر آج تک دنیا بھر میں موجود مصاحف (قرآنی نسخوں) کی اصل ہیں۔ قرآن کریم کا ہر نسخہ بنیادی رسم الخط (Spelling) کی حد تک ان مصاحف عثمانی میں سے کسی ایک یا ان سے ہو بہو نقل کردہ کسی ایک نسخے کے عین مطابق ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ اسی کو رسم عثمانی کا التزام کہا جاتا ہے جو درحقیقت "رسم عہد نبویؐ" کا التزام ہے (۱۳)۔

ان چھ نسخوں (مصاحف) میں سے کوئی اس وقت دنیا میں موجود ہے یا نہیں' یہ ایک متنازعہ معاملہ ہے۔ لیکن ان چھ نسخوں کی صوری کیفیات' ان کی املائی خصوصیات اور

بعض جزوی اختلافات کے بارے میں اتنے دقیق تقابلی ملاحظات تک کی اتنی تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں کہ اگر آج کہیں ان نسخوں میں سے کسی ایک کی موجودگی کا دعویٰ کیا جائے [۱۴] تو اس کی صحت یا عدم صحت کو ان تفصیلات کی روشنی میں پرکھا جا سکتا ہے۔ کتابت مصاحف میں ان نسخوں کے رسم الخط اور طریق ھجاء سے کوئی ادنیٰ سا اختلاف بھی اہل علم کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ [۱۵]

۸۔ حضرت عثمانؓ کے ایڈیشن یعنی مصاحف کی تیاری کے قریباً چالیس سال بعد تک دنیائے اسلام میں قرآن کریم کی کتابت اسی طرح بغیر نقاط اور بغیر حرکات کے جاری رہی [۱۶]۔ تاہم قرآن کریم کی تعلیم کے عہد رسالت سے ہی محض تحریر کی بجائے تلقی اور سماع پر مبنی ہونے کے باعث اس کی قراءت اور تلاوت عموماً درست ہی رہی۔ بالکل ایسے ہی جیسے انگریزی میں Put یا Cut اور Food یا Foot کی قسم کے لفظوں میں تلفظ کا فرق معلم کی شفوی تعلیم پر منحصر ہے نہ کہ طریق املاء اور ھجاء پر۔

۹۔ پہلی صدی ہجری کے نصف آخر تک لاکھوں غیر عرب بھی اسلام میں داخل ہو کر قرآن بلکہ عربی زبان بھی سیکھ رہے تھے۔ کسی زبان کی صرف قراءت کی تعلیم بلکہ اس کا عام بول چال میں استعمال تک بھی کسی آدمی کو اہل زبان کی سی مہارت عطا نہیں کر سکتا۔ عراق، شام اور مصر اس وقت تک اگرچہ بڑی حد تک عربی بولنے والے علاقے بن چکے تھے مگر عوام میں جہاں لحن کے ساتھ۔ یعنی غلط سلط۔ عربی بولنے کا رواج بڑھا وہاں ساتھ ہی قرآن کریم کی تلاوت میں بھی اس "غلط سلط عربی دانی" کا مظاہرہ ہونے لگا۔ آج بھی صرف دارجہ یعنی عوامی زبان بولنے والے ناخواندہ عرب قرآن خوانی میں ایسی غلطیاں عام کر جاتے ہیں۔

☆ اس وقت اہل علم کے ساتھ خود بعض مسلمان حکمرانوں کو بھی اس کے تدارک کا خیال پیدا ہوا۔ اپنی سیاسی خود غرضیوں یا گمراہیوں کے باوجود ابھی تک حکمران قرآن کریم کی درست قراءت کو نہ صرف اپنے ایمان اور اسلام کا بلکہ اپنے اہل زبان ہونے کا لازمہ سمجھتے تھے۔ اور قرآن کریم کا غلط پڑھنا نہ صرف سخت گناہ بلکہ عربی دانی کا عیب متصور ہوتا تھا۔ زبان میں اس لحن (غلط استعمال) کے تدارک کی کوششوں کے نتیجہ میں